

نوجوانوں کی تربیت اور منہج نبوی

Training of Youth and Prophetic Methods

ڈاکٹر نسیم اختر۔

ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی۔

ABSTRACT

Undoubtedly, Youth play cardinal role in the development and reformation of any society. Their activities produce an immense influence in the social development and progress. This article aimed at highlighting the important role of youth in social reforms by keeping in view the Islamic personalities like great companions of Holy Prophet (ﷺ). Descriptive and qualitative research approach was employed for the collection and analysis of data. The systematic review of scholarly literature on Islamic history revealed that the Prophet Muhammad (ﷺ) gave particular emphasize to nourish young generation in order to mold their lives into an ideal and balanced personality. He by developing intellectual, spiritual, and emotional skills produced such great men who led the mankind and became heroes of history. At the same time they appeared as ideal traders, peaceful citizens, just rulers, true followers of Holy Prophet (ﷺ) and loyal worshiper of Allah Almighty. The research by observing present condition of youth found that unfortunately our youth was found in illicit, unethical, useless, and peace demoting activities which promoted social evils and criminal activities. They got involved in unlawful activities including terrorism, killing, robbery, and kidnapping etc. By keeping view the above findings the research strongly recommends to nurture our youth on the footsteps of companions of Holy Prophet (ﷺ) in order to bring peace and prosperity in the country. Moreover they should be given awareness about the lives of heroes of Islam who appeared with great titles on the horizon.

Keywords: Training, youth, Holy Prophet (ﷺ), heroes, society

* شعبہ اسلامیات، شہید بے نظر بھٹو میمن یونیورسٹی، پشاور

** یونیورسٹی آف مارشل لینگوچر، اسلام آباد

اقوامِ عالم کی تقدیر، مجازاً، ہمیشہ افراد کے ہاتھوں میں رہی ہے اور دنیا کی تعمیر و تخریب میں ان افراد کا بڑا حصہ رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر فرد ملت کے مقدر کا ستارا ہوتا ہے لیکن اس ستارے کی روشنی، چک اور دمک اس وقت تک اپنے عروج پر رہتی ہے جب یہ اپنے عہدِ شباب میں نور و انوار کا مسافر اور متمنی رہا ہو۔ جس طرح فلک کے عرشے پر موجود ستاروں کی روشنی ان کی ذاتی نہیں بلکہ نہش و قمر سے مستفاد ہوتی ہے، اسی طرح ملت کے ان مقدر ستاروں کی رعنائیاں اور توانائیاں بھی کسی نور کی ملٹجی ہوتی ہیں۔ یہ نور بلکہ مرکز نور، ذات مصطفیٰ ﷺ میں مل سکتا ہے جہاں پہنچنے کے بعد تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور اجائے کا بول بالا ہوتا ہے۔ جہاں زانوئے تمذط کرنے کے بعد بے آب و گیاہ وادیٰ حیات، قابل کاشت نہیں بلکہ زر خیز تر ہو جاتی ہے اور اس پر وہ فصلِ الہلاقی ہے جس سے انسانیت کے دکھوں کا مدد ادا ہوتا ہے اور حسرت ویاس ٹکست خورده ہونے کے بعد شر مندہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتی ہیں۔

عصر حاضر میں جب انسانیت مسائل کے گرداب میں پھنس چکی ہے بالخصوص نسل نو، جو بے پناہ قوت اور صلاحیتوں کے باوجود اگاثت بدندال اور اب انتشار کی کیفیت سے دوچار ہے، اور حالت بایں جاریہ کرنا جائے رفت نہ پائے ماندن، کے مسائل کا حل سیرتِ نبوی میں مضر ہے بشرطیکہ موجود ان ان قوم کی تربیت اس طرز پر کر دی جائے جسے منیج نبوی کہتے ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ اسی حوالے سے ادنیٰ سی کوشش ہے کہ ملت کے ان ستاروں کی تربیت اگر منیج نبوی پر کر دی جائے تو یہ انشاء اللہ کل کے مستقبل کو روشن کر سکتے ہیں۔ موجود انوں کی اہمیت کیا ہے اور اسلام انہیں کس نظر سے دیکھتا ہے؟ منیج نبوی پر موجود انوں کی تربیت کیسے کی جا سکتی ہے؟ ذیل میں اسی حوالے سے گفتگو کی جاریہ ہے۔

اہمیتِ شبابِ اسلام کی نظر میں

نوجوانی کی عمر خاص عظیمہ خداوندی ہوتی ہے جس کا دورانیہ پندرہ سال سے لے کر چالیس سال تک ہوتا ہے۔ اس عرصے میں انسان کے قُویٰ اپنے کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشْدَدَهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً﴾۔^(۱)

یہاں تک کہ وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا۔

علامہ ابن کثیر^(۲) ایضاً تفسیر (أی قوی و شب) سے کرتے ہیں کہ وہ طاقت و رواور جوان ہوا۔ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً میں لکھتے ہیں (تناہی عقلہ و فہمہ) کہ اس کا عقل و شعور اپنے کمال کو پہنچا۔ جوانی کا دورانیہ عمر عزیز کا بہترین حصہ ہوتا ہے جس میں اعضا و جوارح بھرپور کام کرتے ہیں، حواس خوب ساتھ دیتے ہیں اور عقل

(۱) سورۃ الاحقاف: ۱۵

(۲) ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ۷/ ۲۵۸

شعورِ مکمل طور پر اعمالِ انسانی کی نگرانی کرتا ہے۔ مذہبِ اسلام جوانی کی عمر کو خاص عنایت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ قرآن حکیم نے نوجوانوں کو رشد و ہدایت کے اپنانے اور باطل سے نکرانے پر خراج تحسین پیش کیا ہے حضرت موسیٰؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَا آمَنَ لِمُوسَى إِلَّا ذُرْيَةً مِنْ قَوْمِهِ عَلَى حَوْفٍ مِنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَنْ يَقْتَلُهُمْ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٌ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ﴾^(۱)

چنانچہ موسیٰؑ پر اس کی قوم کے چند نوجوانوں کے سوا کوئی بھی ایمان نہ لایا انھیں یہ خطرہ تھا کہ کہیں فرعون اور اس کے درباری انھیں کسی مصیبت میں نہ ڈال دیں اور فرعون تو ملک میں بڑا غلبہ رکھتا تھا اور وہ حد سے بڑھ کر جانے والوں میں سے تھا۔

حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانا اپنے آپ پر مظالم کی دعوت دینے کے متراوٹ تھا اس لئے کہ فرعون اور اس کے اعوان و انصار، ایمان لانے والوں پر جبر و ستم کی داستانیں رقم کر دیتے تھے مگر یہ نوجوان ہر طرح کے خطرات سے بے نیاز ہو کر حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائے۔ اصحاب کہف جنہوں نے ایمان کی شیع کو روشن کئے رکھا اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اس طرح سے کیا:

﴿إِنَّهُمْ فَتِيَّةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾^(۲)

وہ چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے اور ہم نے انھیں مزید رہنمائی بخشی۔

نبی کریم ﷺ نے جوانی کی اہمیت کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ بروز قیامت آدمی کے قدم اس کی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتے تا وفات کیہے وہ پانچ سوالات کے جوابات نہ دیے عمر کہاں گزر بسر کی؟ جوانی کو کن کاموں میں گزارا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جو علم تھا اس پر کتنا عمل کیا؟^(۳) یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب دے کر ہی جان چھوٹے گی۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ پہلا سوال پوری عمر کے بارے میں ہے کہ وہ کہاں گزر بسر کی؟ پھر اس کے بعد جوانی کی تخصیص صرف اس لئے ہے کہ اصل عمر ہی جوانی کی ہے قرآن کریم اس عمر کو "وقت" سے تعبیر کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْءَيْهِ﴾^(۴)

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری حالت سے پیدا کیا۔ پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت بخشی پھر اس وقت کے بعد تمہیں کمزور اور بوڑھا بنا دیا۔

(۱) سورۃ یونس: ۸۳

(۲) سورۃ الکہف: ۱۳

(۳) الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن، حدیث نمبر: ۲۳۱۷، شرکہ مکتبہ مصطفیٰ البانی الحلبی، ۱۹۷۵ء، ۶۱۲/۳

(۴) سورۃ الروم: ۵۲

ایک مقام پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں سے قبل غنیمت جانو: جوانی کو بڑھاپے، تندرستی کو بیماری، تو گنگری کو فقیری، فراغت کو مصروفیت، اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو۔^(۱) اس حدیث میں جوانی کو بڑھاپے سے قبل غنیمت بتایا گیا ہے اس لئے کہ بڑھاپے میں انسان اگر اعمال، کثرت سے بھی کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا اس لئے کہ قُویٰ اور اعضا و جوارح ساتھ نہیں دیتے۔ بیماری بھی اسی عمر میں آگھیرتی ہے تو مساوئے حسرت و تمنا کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا، لہذا ضروری ہے کہ انسان جوانی کی عمر کو غنیمت سمجھے اور اعمال صالح میں اس عمر عزیز کو صرف کر ڈالے تاکہ جس دن روز محرث قائم ہو، اسے عرش خداوندی کے نیچے سایہ نصیب ہو۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سات اشخاص کو عرش خداوندی تلے اس دن سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سامنے کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ اس میں ایک امام عادل ہے۔ دوسرا وہ نوجوان ہے جس نے اپنی جوانی عبادت خداوندی میں صرف کر ڈالی۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کا دل ہمہ وقت مسجد میں انکار ہا۔ چوتھے وہ دو اشخاص ہیں جو محبت خداوندی میں دوسرا کے تعلق دار ہے اور اسی کی بناء پر ان میں دوری پیدا ہو گئی۔ پانچواں شخص وہ ہے جس کو جاہ و منصب رکھنے والی خوبصورت عورت نے دعوت گناہ دی مگر اس نے یہ کہ کرانکار کر دیا کہ اسے خوفِ خدامانع ہے۔ چھٹا شخص وہ ہے جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے تو اس کے بائیں کو خبر تک نہیں ہوتی اور ساتواں شخص وہ ہے جو تہائی میں ذکر الہی کرتا ہے تو اس کی آنکھیں نہ ہو جاتی ہیں۔^(۲)

کیا مقام و مرتبہ ہے ایسے نوجوان کا جو اپنی زندگی کو اطاعت خداوندی میں صرف کر ڈالے اور معاصی سے اجتناب کرے تو پھر رحمت خداوندی اس پر یوں سایہ فَلَنْ ہوتی ہے کہ عرش بریں کا سایہ اسے نصیب ہوتا ہے۔ رب العالمین کا لاکھ شکر ہے کہ ایسے نوجوانوں کی کمی نہیں جن کی زندگیاں قرآن و سنت سے وابستہ ہیں۔ مساجد و مدارس جن کے دم سے آباد ہیں۔ علماء و صوفیاء کی مجالس کی وہ رونق ہیں لیکن ایک بہت بڑی تعداد ہبھو لعب اور منکرات میں مشغول ہے۔ کفار اور فساق سے تشبہ، تہذیب و ثقاافت میں ان کی پیروی، ترک صلوٰۃ، شاعر اسلام میں کہیں سنتی و غفلت اور کہیں اس کا استہزاء و مذاق، غنا و مو سیقی، رقص و سرور اور شراب و کباب کی مجالس سوء کا انعقاد، گلیوں بازاروں، چوکوں، چوراہوں میں آوارگی اور ایذا محسنات، چوری چکاری اور دن یہاڑے ڈاکہ زنی وہ منکرات ہیں جو نسل نو میں آداخل ہوئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان منکرات کے ارتکاب کی ذمہ دار یہ نوجوان نسل خود ہے یا کوئی اور؟ کیا اس کی تربیت ٹھیک انداز سے کردی جاتی تب بھی اس کی روشنی ہوتی؟ نہیں! شاید ہر گز نہیں!! اگر نسل نو کی تربیت اس منیچ پر ہو جاتی جو نبی کریم ﷺ کے طفیل اس امت کو ملا ہے تو شاید حالات یہ نہ ہوتے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کے نو جوانوں کی تربیت کیسے فرمائی جسے اپنا کرنے نسل نو مثبت رُخ پر ڈالا جاسکتا ہے، ذیل میں اسی حوالے سے گفتگو کی جا رہی ہے۔

(۱) ابن ابی شیبہ، المصنف فی الاحادیث والآثار، حدیث نمبر: ۳۲۳۱۹، مکتبۃ الرشد، الریاض، ۱۴۰۹ھ، ۷/۷۷

(۲) بخاری، محمد بن اسما عیل، صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۳۲۳، دار طوق انجام، ۱۴۲۲ھ، ۲/۱۱۱

تربیت ایمانی اور منہج نبوی

صنف انسانی کی تربیت میں پہلا مرحلہ ایمان اور اس کی چیختگی کا ہے۔ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبویاں کی محنت کا محور یہی ایمان رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پوری کمی زندگی میں اسی محور اساسی پر محنت فرمائی ہے۔ اس لیے کہ ایک مرتبہ جب یہ پختہ ہو جائے تو اس پر وہ اساس جنم لیتی ہے کہ گناہوں کے منه زور طوفان اس کا کچھ نہیں باڑ سکتے اور بندہ مومن سد سکندری ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اعمال میں سب سے افضل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔^(۱) یہ ایمان ہے ہے جس کی بدولت انسان جنت کا مستحق ٹھہرتا ہے و گرنہ اس کے اعمال صالح کے ذخیرے اکارت چلے جاتے ہیں لہذا سب سے پہلے تربیت ایمانی ضروری ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ سرور دو جہاں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم صاحب ایمان نہ ہوں۔^(۲) مذہب اسلام، جس کے شعبہ ہائے تربیت میں تعلیم و تعلم، سلوک و تصوف، دعوت و جہاد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر شامل ہیں، سب کا انحصار ایمان پر ہے۔ آپ ﷺ نے لا الہ الا اللہ کے ذریعے صحابہ کی ایسی تربیت ایمانی فرمائی کہ وقت کے فرعون انہیں خس و غاشک نظر آئے۔ اس وقت کی عالمی طاقتوں سے وہ نبرد آزمائھوئے اور انہیں طفل مکتب بناؤالا۔ یہ سب کچھ ”لا“ کے ذریعے مجازی طاقتوں کی نفی، ”لا اللہ“ کے حقیقی اعتراض اور محمد الرسول اللہ کے نقش قدم پر چلنے سے ممکن ہوا۔ آج حضرت و یاس کے مارے نوجوانوں میں پھر اسی حرارت ایمانی کی ضرورت ہے جس کے بل بوتے وہ حالات کا دھارا درست کریں۔

کتابِ بدایت کی تعلیم

رسول اللہ ﷺ کے تربیتی منہج میں ایک خاص ترتیب ہے جس میں ایمان کے بعد دوسرا مرحلہ کتابِ بدایت، قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ حضرت جنبد بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ہم ایام شباب میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ آپ ﷺ نے پہلے ہمیں ایمان سکھایا اور پھر اس کے بعد کتاب اللہ کی تعلیم دی جس سے ہمارے ایمان میں اور اضافہ ہوتا چلا گیا۔^(۳) ابن عبد البر کہتے ہیں کہ حصول علم کے درجات اور مراتب ہیں جن سے تعددی کرنا کسی طور بھی مناسب نہیں۔ ان میں (ایمان کے بعد) کتاب اللہ کی تعلیم ہے۔^(۴)

درج بالا حدیث یہ بتاتی ہے کہ ایمان کے بعد نوہا لان کی تعلیم و تربیت نہ صرف حفظ قرآن، تلاوت قرآن بلکہ

(۱) صحیح البخاری، کتاب الایمان، حدیث نمبر: ۱۸/۱، ۲۶

(۲) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، باب فی إنشاء السلام، حدیث نمبر: ۵۱۹۳، المکتبۃ الحصریہ، صیدا، بیروت، ص: ۳۵۰

(۳) ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن، حدیث نمبر: ۲۱، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت، ۱/ ۲۳

(۴) خطیب بغدادی، جامع بیان العلم و فضله، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲/ ۱۶۶

اس کے الفاظ و معانی میں تفکر و تدبر کے ذریعے ہونی چاہیئے۔ اس لئے کہ یہی وہ شاہکلید ہے جس سے حیاتِ انسانی کے تمام قفل ٹھیک ہوتے ہیں۔ سربستہ رازوں سے پرداہ اٹھتا ہے اور محدود عقل انسانی کو حلال جاتی ہے۔

آپ ﷺ نے کمی زندگی میں پہلے اپنے اصحاب کو ایمان سکھایا پھر کتاب و حکمت سے انہیں اس طرح روشناس کروایا کہ وہ تراشے ہوئے ہیرے نظر آنے لگے جس میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو اون کمال تک پہنچایا۔

شاعر نے کیا خوب کہا:

در فتنی نے تیری نظروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے راہوں پر وہ اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیح اکر دیا

تعلیمِ قرآن کے منہج پر نوجوانان کی تربیت وہ نسخہ کیمیا ہے جو ہر نوجوان کو ایک صحیح سمت کرتا ہے جس پر چلنے کے بعد اس کی سرگرمیوں کا رخ درست ہو جاتا ہے اور وہ دنیا و آخرت کی کامیابیاں سمیٹ لیتا ہے۔ نوجوانوں کو چاہئے کہ جب وہ کتاب اللہ کا مطالعہ کریں تو اسے صرف چند عبادات کا مجموعہ نہ سمجھیں بلکہ یہ تو وہ جامع ضابطہ حیات ہے جو اخلاقیات و سماجیات، معاشریات و سیاسیات، ابلاغیات و بشریات سمیٹ ہر گوشہ زندگی پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ میمیں سے علوم نافعہ و غیر نافعہ کا دور اہانتہ ہے جس میں کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ سر اپائے علوم نافعہ ہیں۔ آپ ﷺ نے جب کتاب اللہ کی تعلیم دی تو اسرارِ شریعت بھی سکھائے اور رموزِ دنیا بھی۔ بدرا میں تعلیم و تعلم کا فدیہ قرار پانا، صحابہ میں فن کتابت کا روانج پانا اور مختلف زبانوں سے آشنا ہو نسب رموزِ دنیا کی تربیت تھی۔

نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ کتاب و سنت میں غوطہ زن ہو کر اپنی سرگرمیوں کا رخ ان علوم نافعہ کی طرف موڑ دیں جن کا حکم قرآن حکیم نے افلا یتفکرون اور افلا یتدبرون کے ذریعے انہیں دیا ہے۔ اسی میں تعمیر کائنات بھی ہے اور تسخیر دنیا بھی۔ دونوں حکم قرآنی ہیں اور رضائے الہی کے حصول کا ذریعہ بھی۔ مرتبی کو چاہئے کہ نونہالان کی تربیت اس انداز میں کرے کہ وہ حصولِ علم میں اپنے آپ کو کھپاڑا لیں کیونکہ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و پیدا۔

خشیت و للہیت

خشیت و للہیت وہ جواہر اساسی ہیں جن کی بدولت انسان حنات کی طرف راغب ہوتا اور گناہوں سے رک جاتا ہے۔ خوف اور ڈر صرف اللہ ہی کے لیے رو ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ أَنْ تَخْشُوَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾^(۱)

حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔

اور مومن کون ہے؟ قرآن حکیم اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے:

﴿إِنَّا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا نُذِّلُّتْ عَلَيْهِمْ آيَةٌ رَأَدَتْهُمْ إِيمَانًا﴾^(۱)

پچ سو مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کا پہنچتے ہیں اور جب اللہ کی آیات انہیں سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

حضرت انس ﷺ سے مردی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک نوجوان کے پاس آئے جو مرض الموت میں تھا۔ آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ تم اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ، مجھے اللہ تعالیٰ کے در سے امید بھی ہے لیکن ساتھ ہی گناہوں کا ڈر بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی بندے کے دل میں ایسے خیالات جمع نہیں ہوتے مگر اللہ تعالیٰ اس کی امیدوں کو بر لے آتا ہے اور اسے خوف سے محفوظ کر دیتا ہے۔^(۲) نبی کریم ﷺ جب نماز ادا فرماتے تو سماں وقت آپ کے سینے سے ہٹلیا کے لٹنے کی سی آواز آتی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ خشوع و خضوع اور خشیتِ خداوندی تھی۔^(۳) آپ ﷺ نے صحابہؓؓ کو یہ دعا سکھائی کہ اے اللہ میں شہود اور موجودگی میں آپ کی خشیت کا سوال کرتا ہوں۔

آج نوجوانوں میں ناج، گانے، فحاشی و عریانی پر اصرار اور صوم و صلاۃ سے جو عملی انکار نظر آتا ہے اس کے پیچھے خشیت و للہیت کا نہ ہونا ہے اگر نوجوانوں کی تربیت فرموداں نبوی کی روشنی میں کردی جائے تو اس سیالب کے سامنے بند باندھا جا سکتا ہے۔

یاد آخرت اور تذکرہ موت

یاد آخرت اور تذکرہ موت انسان کو دنیا کی رنگینیوں میں کھو جانے سے باز رکھتا اور قریب خداوندی نصیب کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے موت کو یاد رکھنے کی تلقین کی۔ حضرت ابو ہریرہؓؓ سے مردی ہے جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔^(۴) یاد آخرت کے حصول کا ایک اہم ذریعہ زیارت قبور ہے۔ انسان جب قبرستان میں داخل ہوتا ہے تو اسے فانی دنیا کا احساس ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن اسے دنیا سے آخرت کی جانب ضرور کوچ کرنا ہے جس کی پہلی منزل یہ قبر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ قبریاتوجنت کے باغوں میں سے باغ ہے یادو زخ کے ٹھکانوں میں سے ایک ٹھکانا۔^(۵) جنازوں میں شمولیت اور مردوں کو قبر میں اتارتے

(۱) سورۃ الانفال: ۲

(۲) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۳۲۳ / ۲، ۳۲۶۱

(۳) ابن حبیل، امام احمد، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۶۳۲۶: ۱، مؤسسه الرسالۃ، ۱۳۲۱، ۵، ۲۲ / ۲۶

(۴) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۳۲۲ / ۲، ۳۲۵۸

(۵) سنن الترمذی، ۲ / ۲۶۰

وقت ان احادیث کا مضمون بدن انسانی پر سکتہ طاری کر دیتا ہے۔ پھر وہ اپنا محاسبہ کرتا ہے تو جگہ جگہ معاصی کے ارتکاب پر ندامت نظر آتی ہے۔ لہذا وہ رجوع الی اللہ کرتا ہے تو اللہ کی رحمت اسے گھیر لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مربی عالم حضور اکرم ﷺ نے جب اپنے اصحاب کی تربیت کی تو انہیں زیارت قبور کا حکم دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی تو خوب روئے اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے والدہ کی مغفرت کی اجازت طلب کی تھی لیکن مجھے اجازت نہ ملی تو میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی جو مجھے مل گئی۔ تم قبروں کی زیارت کیا کرو اس سے موت یاد رہتی ہے۔^(۱)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ میں نے تمھیں پہلے زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو^(۲)

تعاون و تناصر کی ترغیب

نوجوانوں کی تربیت کا منہج نبوی یہ ہے کہ انہیں خیر، تعاون اور تناصر کے کاموں پر ابھارا جائے قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَوَتَّعَاوُنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالْقَوْمِيٍّ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْأُخْرَى وَالْعَدُوَانِ﴾^(۳)

نیز یہی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، گناہ اور سرکشی کے کاموں میں نہ کرو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا «مَنْ ذَلَّ عَلَى خَيْرٍ، فَلَهُ مِثْلُ أَخْرِيٍّ فَاعْلَمُهُ»^(۴) کہ نیکی و بھلائی کے کاموں پر رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مثل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تعاون کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ اخوت، مودت اور محبت میں مؤمنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے جس کے کسی ایک حصے میں تکلیف ہو تو پورا جسم بے چین ہو کر رہ جاتا ہے۔^(۵) ایک مقام پر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم اہل زمین پر رحم کرو رب السموت والارض تم پر رحم کرے گا۔^(۶)

عصر حاضر میں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ نوجوان نسل میں درج بالا ارشادات و فرمودات کو حرزاً جان بنانے کی سعی کی جائے تاکہ وہ سکتی، ترقیتی انسانیت، مسکنیوں اور محتاجوں، لاوارثوں اور بے آسراؤں، مریضوں اور اپاہجوں کے دکھوں کا مدد ادا کر سکیں۔ نبی کریم ﷺ نے جب اپنے اصحاب کی تربیت اپنے افکار کی روشنی میں کی تھی

(۱) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۷۶، دار احیاء التراث العربي، ۲/۶۱

(۲) ایضاً، حدیث نمبر: ۱۳۰۲/۲، ۱۰۲۵

(۳) سورۃ المائدۃ: ۲

(۴) سنن البیهقی، حدیث نمبر: ۲۵۱۲۹/۲، ۵۵۵

(۵) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراجم المؤمنین، حدیث نمبر: ۲۵۸۲/۲، ۱۹۹۹

(۶) سنن الترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۲۳/۲، ۳۲۲

تو صدیق اکبر و فاروق اعظم شَعْلَتِیم جیسے نام منصہ شہود پر آئے تھے۔ ابو بکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ راتوں کو اٹھ کر محتاجوں کا پانی بھرا کرتے تھے اور عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مندِ خلافت پر بیٹھنے کے باوجود راتوں کو گلیوں میں گشٹ کرتے تھے اور بھوکے بچوں کی گریہ و زاری ان کے بدن پر کپکپاہٹ طاری کر دیتی تھی۔

حسنات کی ترغیب اور سینمات سے انذار

امتِ محمدیہ کے اعزازات میں سے ایک یہ ہے کہ یہ بہترین امت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امتِ محمدیہ امر بالمعروف اور نہیں عن المکر کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ مسلمان جب تک اس فریضہ کو سرانجام دیتے رہیں گے، خیرِ امت کے لقب سے ملقب ہوتے رہیں گے اور جب اس کو ترک کریں گے تو ذلت کی پستیوں میں جاگریں گے۔ دور حاضر کا یہ الیہ ہے کہ نسل نوجوں رضی کرتی پھرے، اسے اُف تک کہنے کی مجال نہیں لیکن آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کا منہج تربیت ہمیں اس کے برکت دکھائی دیتا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تمہاری اولاد سات بر س کی ہو تو اسے نماز کی تلقین کرو اور جب اس کی عمر دس بر س ہو تو (عدم اداء صلوٰۃ) پر انہیں مارو۔^(۱) بنی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ جب نماز تجدید ادا فرماتے اور وتر کے قریب پہنچتے تو حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو کہتے:

«فُوْمِي فَاؤْتِرِی یا عَائِشَةً»^(۲) اے عائشہ بیدار ہو اور صلاۃ و تراویح کر۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مردی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ ایسے آدمی پر حرم کرے جو نماز کیلئے بیدار ہو اور اپنی بیوی کو بھی نماز کے لئے بیدار کیا۔ اور اگر وہ نہ اٹھی تو اس کے منه پر پانی کے چھینٹے مارے (تاکہ وہ بیدار ہو) اور اللہ ایسی عورت پر بھی رحم کرے جو نماز کے لئے بیدار ہوئی اور اپنے خاوند کو بھی بیدار کیا اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منه پر پانی کے چھینٹے مارے۔^(۳)

درج بالا احادیث کی روشنی میں یہ منہج سامنے آتا ہے کہ صرف اپنی آخرت کی ہی فکر نہ کی جائے بلکہ دوسروں کو آتشِ دوزخ سے بچانا یہ ہمارا دینی فریضہ ہے۔ نسل نوجوں عبادات اور بالخصوص نماز پڑھانے سے دور ہے، منت سماجت، نرمی و سختی گویا ہر طرح سے اس کی ایسی تربیت ضروری ہے کہ وہ اوامر کو بجا لائیں اور نواہی سے کنارہ کش ہو جائیں، اس سلسلے میں والدین کا کردار نبیادی ہے اس کے بعد اعزاز و اقارب، مشائخ و اساتذہ اور بزرگان قوم ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ وہ بھرپور طریقے سے اپنا کردار ادا کریں اس لئے کہ نبی دو جہاں حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کا فرمان ہے کہ تم میں سے ہر ایک گلبہ بن ہے اور اسی سے اس کی رعیت یا ماتحتوں کے بارے میں سوال ہو گا۔^(۴)

(۱) سنن ابن داود، حدیث نمبر: ۱۸۷/۱، ۳۹۵

(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱، ۷۳۳/۱، ۵۱۱

(۳) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱، ۱۳۳۶/۱، ۳۲۳

(۴) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۳۸/۹، ۷۱۳

دینی پروگرامز کا انعقاد

احکام خداوندی کی بجا آوری کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ انفرادی طور پر اور کو جمالاً یا جائے، مثلاً یہ کہ انفرادی طور پر ذکر و اذکار، تسبیح و تہلیل میں مشغول رہا جائے۔ دوسرے یہ کہ اجتماعی طور پر ان میں حصہ لیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ سماں و اوقات فرضی عبادات کے علاوہ نفلی عبادات میں بھی اجتماع فرماتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی معیت میں اکٹھے ہوتے اور یادِ خداوندی میں مصروف ہو جاتے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے «اجلسوا بنا نُؤْمِنْ سَاعَةً»^(۱) کہ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھو، ہم کچھ دیر ایمان کا تذکرہ کریں یعنی اللہ کا ذکر کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اصحاب رسول کو بلاتے اور فرماتے: آوایمان میں زیادتی کریں یعنی اللہ کا ذکر کریں جس سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔^(۲) نبی کریم ﷺ دینی اجتماعات کے لئے باجماعت نفل نماز تک ادا فرماتے اور مقتدیوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ جیسے اصحاب ہوتے تھے۔^(۳) امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی صحیح میں باب صلوٰۃ النفل جماعت کا عنوان بھی قائم کیا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ نفل کی نماز باجماعت بھی ہو سکتی ہے۔^(۴)

درج بالا اقوال و افعال رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ انسان روزمرہ کی مصروف زندگی میں جب کھوتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کے دل سے حالات ایمانی دور ہوتی چلی جاتی ہے پھر کچھ عرصے کے بعد ایک وقت ایسا آتا ہے کہ عبادات گراں معلوم ہوتی ہیں اور اس کے بعد ترکِ عبادات جیسی نوبت بھی آ جاتی ہے۔ اس کا بہترین علاج گاہے بگاہے دینی پروگرامز اور مخالف کا انعقاد ہے۔ جس میں ذکر و اذکار، حمد و ثناء جناب رسول ﷺ کی مدح سرائی اور پند و نصیحت کے ذریعے نفسانی میں کچھی کاسد باب کیا جائے جس سے طبیعت میں حسنات کی رغبت پیدا ہو اور سیمات دشوار و کھائی دینے لگیں۔

جامعات چونکہ نوجوانوں کی نرسیاں ہیں اور ہزاروں طلباء و طالبات دن کا بیشتر حصہ جامعات میں ہی صرف کرتے ہیں تو انہیں پند و نصارخ کا بہترین موقع معماران قوم کو میسر آتا ہے۔ اب ضرورت اس مرکی ہے کہ جامعات کے ارباب دانش ایسے پروگرامز کا انعقاد کریں جن سے نوجوانانِ قوم کی روحانی تربیت ہو اور دلوں کی اجری بستیاں ایک مرتبہ بھریا دخداوندی سے آباد ہوں۔ یہاں ایک بات واضح رہے کہ ایسے تمام پروگرامز میں صدقِ دل اور خلوص نیت اولین شرط ہے۔ بہت ضروری ہے کہ نصحائے قوم درود دل رکھتے ہوئے، دنیاوی مفادات سے بالاتر ہو کر

(۱) ابن خلال، ابو بکر احمد بن محمد بن حارون، السنۃ، حدیث نمبر: ۱۱۲۱، دار الرای، ریاض، ۱۹۸۹ء، ۳۹/۲

(۲) ایضاً، حدیث نمبر: ۱۱۲۱، ۳۹/۲

(۳) عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، دارالكتب العلمیہ، بیروت، ۳/۸۰

(۴) صحیح بخاری، ۲/۵۹

ایسے پروگرامز کا بھرپور اور موثر انداز میں انعقاد کریں۔ طلباء و طالبات سے تاثرات لیں اور ان کی روشنی میں آئندہ کالائج عمل متعین کریں جو طلبہ و طالبات ایسی محافل میں رغبت دکھائیں، شفقت بھرے انداز میں انہیں اس سلسلے سے نہ صرف جوڑے رکھیں بلکہ انہیں دیگر طلباء کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔

اپنی ذات سے نمونہ عمل پیش کرنا

آپ ﷺ کا منہج تربیت یہ ہے کہ اپنی ذات کو نمونہ عمل بنائے کر پیش کیا جائے اس لئے کہ دوسروں کو اچھائی کی تلقین کرنے اور خود اس سے گریزاں رہنے سے ثابت کی جائے منفی تباخ مرتب ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس سلسلے میں واضح کہا ہے کہا اللہ تعالیٰ کی اس پر ناراٹگی ہے کہ تم دوسروں کو نصیحت کرو اور خوس اس پر عمل نہ کرو۔^(۱) غزوہ احزاب جس میں پورے عرب کی جمیعت مسلمانوں کے خلاف لشکر آراء ہو گئی تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تجویز پر خندق کھونے کا فیصلہ ہوا۔ صحابہ خندق کھونے میں جمعت گئے تو آپ ﷺ بھی بنفس نفیس کدار لیکر نہ صرف شامل حال ہوئے بلکہ اس کی قیادت کی۔ صحابہؓؓ جنہوں نے بھوک کے مارے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے، آپ ﷺ کو اپنی یہ کیفیت دکھانے لگے تو جناب رسول اللہ ﷺ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے تھے۔ مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو جہاں صحابہؓؓ مخت مزدوری میں مصروف تھے وہیں رسول اللہ ﷺ بھی گارا اور پتھراٹا کر لاتے تھے یوں دیکھتے ہی دیکھتے مسجد نبوی تعمیر ہو گئی۔ آپ علیہ السلام نے ستائیں سے زائد غزوتوں میں نہ صرف یہ کہ خود حصہ لیا بلکہ ہر مرتبہ زمام قیادت آپ ﷺ ہی کے ہاتھ میں رہی تبھی قرآن نے کہا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾^(۲)

تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

دور حاضر کاالمیہ یہ ہے کہ آج کامربی خود اس چیز سے بے اعتنائی بر تتا ہے جس کا درس وہ اپنے زیر تربیتوں کو کو دے رہا ہوتا ہے۔ پیرو مرشد اگر خود با جماعت نماز میں حریص نہیں تو اس کے تبعین نماز کے عادی کیوں کر ہوں؟ مدرس و استاذ اگر اپنے تلامذہ سے ملخصہ نہ ہو تو شاگردوں میں خلوص کی فصل کہاں سے پروان چڑھے؟ دور حاضر میں نوجوان نسل اپنی قیادت سے اسی لئے بیزار ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید پندو نصائح صرف انہی کے لیے ہیں اور قائدین بیچ آں اولاد ان کا محل نہیں یادہ مکمل طور پر آزادی ہیں۔ سیاسی قیادت سے بیزاری تو کھلے عام ہے اور اب یہ وبا مذہبی قیادت کی جانب بھی منتقل ہونے لگی ہے جو کہ بڑاالمیہ ہے۔ ہمیں اس کا فوری ادراک کرنا ہو گا اور اس سے قبل کہ حالات اس نجح پر پہنچیں جہاں سے واپسی ناممکن ہو، اپنے آپ کو نمونہ عمل بنائے کر پیش کرنا ہو گا تاکہ نسل نواب پے بڑوں سے سبق سیکھ کر وہ کچھ کرے جس کا درس ارباب حل و عقد نے انہیں دیا ہے۔

(۱) سورۃ الصف: ۳-۲

(۲) سورۃ الاحزاب: ۲۱

خلاصہ بحث

نوجوان جو کسی بھی قوم کا انشاٹہ اور سرمایہ حیات ہیں، کی تربیت اسلوبِ نبوی پر نہایت ضروری ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جب اپنے اصحاب کی تربیت فرمائی تو ان میں ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ و علیؓ جیسی شخصیات منصہ شہود پر آئیں۔ حیاتِ تابندہ کے ان درخشنان ستاروں نے رہتی دنیا پر تا قیام قیامت انہٹ نقوش چھوڑے۔ آج رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس تواس دنیا میں موجود نہیں مگر آپ کا منہج موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اُسی منہج نبوی کو اپنایا جائے اور نوجوانان قوم کی اخلاقی تنزلی کا سد باب کیا جائے۔ اس سلسلے میں چند ایک گزارشات فائدہ مند ہو سکتی ہیں جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ تربیت شباب کی پہلی ذمہ داری والدین کی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ معاشرے کا کار آمد فرد بنیں۔ افسوس صد افسوس کے مال و دولت کی ہوس میں والدین کو وہ اوقات میسر نہیں جس میں وہ تربیت اولاد کا فریضہ سر انجام دے سکیں۔ لہذا نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان اولاد والدین سے بیزار اور معاشرے سے با غیہ ہے۔ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ والدین اپنی اولاد پر دنیاوی مفادات کو قربان کر کے انہیں جہنم کا ایندھن بننے سے بچائیں۔

۲۔ تعلیمی ادارے نوجوانوں کی نرسریاں ہیں جہاں انہیں تعلیم تو مہیا کی جاتی ہے مگر افسوس کہ تربیتی پہلو نظر انداز کر دیا جاتا ہے بلکہ یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ محرب تربیت امور کی اجزاء دی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہم پڑھے لکھے جاہل پیدا کر رہے ہیں اور اخلاقی دیوالیہ پن اس پر مسترزاد ہے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ تعلیمی اداروں کی اولاً تو خود اخلاقی اقدار بحال کی جائیں جہاں مطمع نظر سرمائے کی بجائے انسانیت ہو اور پھر تعلیم کے ساتھ تربیت کا مر بوط بندوبست کا جائے تاکہ وہاں سے فارغ التحصیل جو نوان علم و عمل کا نمونہ ہو۔

۳۔ اسلامی ریاست کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المکر کا فریضہ بھر پور طریقے سے انجام دے۔ لہذا اولاً تو حکومت وقت اس اہم دینی فریضے کے لیے سازگار ماحول فراہم کرے، ثانیاً یہ کہ جہاں کہیں کمی کوتاہی ہو، اس کے ازالے میں اپنی قوت نافذہ کو استعمال کرے۔ درج بالا اقدامات کو اگر سنجیدہ طور پر لیا جائے تو بھر پور توقع ہے کہ ان شاء اللہ نتائج حوصلہ افزائ ہو سکتے ہیں۔

